2

ایک مبشر رؤیا اور جماعت احمدیہ کی ذمہ داریاں

(فرمودہ ۸ جنوری ۱۹۲۶ء)

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

میں نہیں کہہ سکتا کہ آج میں نے اگر وہ نظارہ نہ دیکھا ہوتا جو میں نے دیکھا ہے تو میں کس موضوع پر خطبہ جمعہ بیان کرتا لیکن اس نظارہ کے دیکھنے کے بعد جو میں نے دیکھا ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ یہی ضروری ہے کہ میں اس کے متعلق بیان کروں۔ میں نے متواتر اور بارہا دوستوں کو اس طرف توجہ دلائی ہے کہ ہمارے سامنے کس قدر اہم کام ہے اور اس کے مقابلہ میں ہماری ہمتیں نہایت ہی کمزور ہیں ہمارے سامان بہت محدود ہیں۔ اور ہماری توجہ بٹی ہوئی ہے۔ ان حالات میں ہم اس مقصد کو حاصل نہیں کر سکتے جس کے لئے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا اور اس منزل تک پہنچنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے جو ہم نے اپنے لئے نہیں بلکہ خدا نے ہمارے لئے تجویز کی۔ جب تک انتہائی طاقت اور قوت صرف نہ کردیں۔

میں آج صبح کی نماز کے بعد کچھ دیر کے لئے لیٹ گیا تو میں نے ایک عجیب نظارہ دیکھا۔ اس کے کئی حصے ہیں۔ لیکن چونکہ میرے نزدیک بعض حصوں کا ایسا بیّن تعلق جماعت کے ساتھ نہیں ہے۔ اس لئے میں انہیں چھوڑتا ہوں اور صرف اسی حصہ کو لیتا ہوں جس کا میرے نزدیک جماعت کے ساتھ تعلق ہے اور جس میں جماعت کو اس کے فرائض کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور جس میں جماعت کی آئندہ ترقیات کے متعلق بعض باتیں ہیں۔

ایک لمبی خواب کے دوران میں نے اپنے آپ کو ایک لمبے دالان میں دیکھا جو اتنا ہی لمبا تھا۔ جتنے لمبے دالان بڑے بڑے سٹیشنوں مثلاً لاہور امرتسر۔ دہلی وغیرہ کے ہیں۔ میں اس میں ٹہل رہا تھا کہ میں نے دیکھا خان صاحب منشی فرزند علی صاحب بھی وہاں آگئے ہیں۔ جو میرے ٹہلنے کو دیکھ کر اور

میری حالت پر نظر کرکے اور میرے بعض افکار سے متاثر ہو کر میرے ساتھ ٹہلنے لگ گئے۔ اور مجھ سے دریافت کیا کہ آپ اس طرح کیوں ٹہل رہے ہیں اس وقت جو خیالات اور افکار میرے قلب میں موجزن تھے میں ان سے متاثر ہو کر جیسا کہ عام قاعدہ ہے کہ جب کوئی انسان نہایت ہی متاثر کر دینے والے افکار اور جذبات پر قابو پانے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے۔ اور احساسات کو ابھارنے والے خیالات کی ادھیڑ بن میں ہوتا ہے تو بسا اوقات وہ اپنی طاقت کا ایک حصہ جذبات کے دبانے اور ان کے بخار بن کر آنکھوں کے رستہ ٹپک پڑنے کو روکنے کی کوشش میں صرف کرتا ہے۔ لیکن اگر کوئی اور شخص آ کر اس سے بات چھیڑ دیتا ہے تو چونکہ اسے اپنی توجہ کا ایک حصہ اس شخص کی طرف بھی لگانا پڑتا ہے۔ اس لئے اس کا اپنی طبیعت پر سے قابو جاتا رہتا ہے اور جونہی وہ اس کا جواب دینے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑتے ہیں۔ اس وقت میں نے اپنی حالت کو ایسا ہی پایا۔ میں سمجھا اگر میں ان کے سوال کا جواب دینے لگا تو اس کے ساتھ ہی مجھے اس وقت اپنے نفس پر جو قابو ہے وہ جاتا رہے گا اور جن جذبات کو میں نے روکا ہوا ہے وہ ابل پڑیں گے اور آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑیں گے۔ یہ خیال کرکے میں نے ان کے سوال کا جواب دینے سے قبل چاہا کہ میں اپنے جذبات کو اس قدر دبالوں اور ان پر اتنا قابو پالوں کہ بغیر آنسوؤں کے ٹپکنے کے ان کو جواب دے سکوں۔ میں اسی کوشش میں تھا کہ میں نے دیکھا۔ ایک تیسرا شخص ہمارے درمیان آگیا اور اس نے بہت جلدی میری حالت کا اندازہ کرکے خان صاحب منشی فرزند علی صاحب کے کان میں کہنا شروع کیا کہ ان کی آنکھوں میں نمی ہے۔ مجھے اس شخص کی یہ بات بہت بری معلوم ہوئی۔ کیونکہ اس قسم کی حالت بھی ایک راز ہوتا ہے اور مجھے یہ گراں گزرا کہ اس نے اس راز کو کیوں ظاہر کر دیا۔ پھر میں نے خان صاحب منشی فرزند علی صاحب کو جواب دینا شروع کیا۔ میں نے انہیں کہا میرے افکار کا باعث یہ ہے کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک رؤیا دیکھی ہے۔ اس وقت یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک پرانی رؤیا ہے جو ایک کاپی میں آج تک پوشیدہ تھی اور اس وقت میں نے دیکھی ہے۔ میں نے انہیں کہا کہ اس رؤیا کا میرے قلب پر اثر ہے۔ جونہی کہ میں یہ بات ان سے کہتا ہوں اور وہ رؤیا بیان کرتا ہوں۔ اس رؤیا کے واقعات ظاہری طور پر آنکھوں کے سامنے سے اس طرح گذرتے جاتے ہیں جس طرح سنیما میں تصاویر حرکت کرتی ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح وہ سارا نظارہ جو رؤیا میں بیان ہوا آنکھوں کے سامنے گذرتا ہے۔ اور اگرچہ میں نے وہ رؤیا کسی کاغذ یا کاپی پر لکھی ہوئی دیکھی تھی۔ لیکن جب میں اسے بیان کرتا ہوں۔ تو بعینہٖ وہی

نقشہ آنکھوں کے سامنے سے گذرتا جاتا ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رؤیا میں بیان کیا۔ میں دیکھتا ہوں کچھ لوگ ہیں جماعت کے جو گروہ در گروہ کھڑے ہیں چند یہاں ہیں چند وہاں ہیں چند پرے ہیں چند اس سے پرے ہیں اور آپس میں متفرق باتوں میں مشغول ہیں۔ کوئی کسی قسم کی باتوں میں لگا ہے اور کوئی کسی قسم کی باتوں میں۔ اتنے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس جگہ تشریف لے آئے اور آپ ان لوگوں سے کہتے ہیں تم کن باتوں میں لگے ہو۔ کیا چھوٹی چھوٹی باتوں میں مشغول ہو۔ کیسے چھوٹے چھوٹے اختلافات میں پڑے ہو۔ تم نہیں دیکھتے دین کی کیا حالت ہے اور دین کتنے بڑے خطرے میں ہے۔ اس خطرہ کو دیکھتے ہوئے تم کس طرح ایسی باتوں میں مشغول ہو۔

وہ لوگ جو گروہ در گروہ کھڑے ہیں۔ ان کا آپس میں کوئی اس قسم کا اختلاف نہیں معلوم ہوتا جس طرح کا اختلاف مبایعین اور غیر مبایعین میں ہے۔ بلکہ وہ سب مبایعین ہیں۔ ان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس طرف متوجہ کرتے ہیں کہ تم کیسی چھوٹی چھوٹی باتوں میں جھگڑ رہے ہو اور اختلاف کر رہے ہو کیا تمہیں دین کی حالت کا احساس نہیں کہ وہ کس قدر خطرناک حالت میں ہے یہ کہتے کہتے جس طرح کوئی گھبرا جاتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان لوگوں کو دھکے دے دے کر متوجہ کرتے اور فرماتے ہیں۔ تم کن باتوں میں مشغول ہو۔ کیا دیکھتے نہیں دین کی کیا حالت ہے کیا اسی طرح اسلام ساری دنیا میں پھیلے گا اور اسی طرح خدا کی تقدیس دنیا میں قائم ہو گی۔ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حالت یوں معلوم ہوتی ہے جیسے کسی ایسی ماں کی حالت ہو جس کا بچہ بھوک اور پیاس سے تڑپ رہا ہو۔ جیسے حضرت ہاجرہؓ کی اس وقت کی کیفیت دل میں آسکتی ہے جبکہ انہیں ایک چھوٹے سے بچہ کے ساتھ بے آب و گیاہ جنگل میں اکیلا چھوڑ دیا گیا تھا اور جب بچہ پیاس کی وجہ سے تڑپنے لگا تھا۔ بعینہٖ یہی کیفیت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر آتی ہے۔ آپ کبھی ادھر دوڑے جاتے ہیں کبھی ادھر۔ کبھی ایک جماعت کو دھکے دے کر جگاتے ہیں کبھی دوسری کو کبھی تیسری کی طرف جاتے ہیں اور کبھی چوتھی کی طرف کہ تم کن باتوں میں پڑے ہو۔ دین کی حالت دیکھو۔ آخر جیسے کوئی شخص تھک جاتا ہے۔ آپ یہ سوچتے ہوئے کہ اب میں کیا طریق اختیار کروں کہ یہ لوگ اشاعت اسلام کی طرف متوجہ ہوں ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ اس وقت آپ پر یہ وحی نازل ہوئی وسّع مکانک ا؎۔ اپنے مکان کو وسیع کر۔ کیونکہ اب لوگ جوق در جوق اس سلسلہ میں داخل ہوں گے اور گروہ در گروہ تیرے پاس آئیں گے۔

اس وقت میں سمجھتا ہوں یہ نظارہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس زمانہ کے متعلق دیکھا اور جب میں یہ دیکھتا ہوں تو اپنے جذبات کو بہت روکتا ہوں کہ ظاہر نہ ہوں۔ مگر اس سارے نظارہ کا مجھ پر اس قدر اثر ہوتا ہے کہ آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور آنسوؤں کا تار بندھ گیا۔ میں کچھ بیان کر کے ٹھہر جاتا ہوں۔ اور رقت سے آگے نہیں بیان کر سکتا۔ پھر خان صاحب کہتے ہیں۔ آگے۔ اور میں کچھ بیان کر کے رک جاتا ہوں۔ اس وقت میں نے دیکھا۔ ان کے قلب پر بھی اثر ہوا اور ان کی آنکھوں سے بھی آنسو رواں ہو گئے اور ناک سے پانی بہنے لگا۔

میں ان کو یہ نظارہ سناتا ہوں اور بتاتا ہوں دیکھو جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوشش کی۔ اور اس کا خاطر خواہ نتیجہ نہ دیکھا۔ اور جب انسانی کوششیں کام نہ کر سکیں تو خدا نے یہ وعدہ دیا کہ وسّع مکانک۔ ہم خود انتظام کریں گے کہ لوگ کثرت سے تمہارے پاس آئیں۔ اس لئے اپنے مکان کو وسیع کرو۔ میری اس وقت رقت کی حالت تھی کہ آنکھ کھل گئی اس کے متعلق میں نے سمجھا کہ اس رؤیا میں تین باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اور ایک نہایت لطیف پیرایہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ جماعت میں اختلافات کیونکر پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمانا کہ تم چھوٹی چھوٹی باتوں میں پڑے ہو بڑی بات یعنی اسلام کی طرف نہیں دیکھتے کہ اس کی کیا حالت ہے یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اختلافات تب ہی پیدا ہوتے ہیں۔ جب انسان یہ خیال کر لیتا ہے کہ اب میں امن میں ہو گیا ہوں۔ ورنہ جب تک کسی انسان کے سامنے کوئی بڑا مقصد ہو جسے اس نے حاصل کرنا ہو اور وہ اپنے اردگرد خطرات کو دیکھتا ہو۔ اس وقت آپس میں لڑائی جھگڑا پیدا نہیں کرتا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر اسی وقت لڑتا ہے۔ جب وہ سمجھتا ہے کہ اب میں امن میں ہوں اور اپنا کام کر چکا ہوں۔ دیکھو مجلس وعظ میں بیٹھے ہوئے اگر ایک کا پاؤں دوسرے پر جا پڑے یا ایک کی کہنی دوسرے کو لگ جائے تو چلا اٹھتا ہے کہ دیکھتا نہیں۔ لیکن اگر کسی گھر میں آگ لگی ہو اور پچاس ساٹھ آدمی اس کے اندر ہوں جن کے باہر نکلنے کے لئے ایک ہی دروازہ ہو تو اس وقت کئی ایک کو دھکے بھی لگیں گے۔ چوٹیں بھی آئیں گی۔ مگر کوئی شکایت کرنے نہیں بیٹھ جائے گا۔ اس لئے کہ وہاں بڑا خطرہ سامنے ہے جو سب پر حملہ کر رہا ہے اور ان میں یہ احساس ہے کہ ہم بڑی تکلیف میں پڑ جائیں گے اس وجہ سے وہ اس وقت چھوٹی تکلیفوں کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس حالت نے بتایا کہ چھوٹے چھوٹے اختلافات اور جھگڑوں کا باعث یہی ہوتا ہے کہ یہ مقصد وحید کہ ہم نے ساری دنیا کو فتح کرنا ہے' ہمارے سامنے

نہیں رہتا اور یہ بات ذہن سے اتر جاتی ہے کہ ساری دنیا ہماری دشمن ہے۔ اگر یہ مقصد سامنے رہتا کہ ساری دنیا کو ہم نے فتح کرنا ہے اور اگر یہ بات ذہن سے نہ اتر جاتی کہ ساری دنیا ہماری دشمن ہے تو کبھی ہم میں سے کوئی شخص آپس میں نہ لڑتا نہ جھگڑتا۔ کیا وہ لوگ جو کشتی میں بیٹھے یہ دیکھ رہے ہوں کہ کشتی غرق ہو رہی ہے۔ کبھی اس بات کے لئے لڑتے ہیں کہ یہ میرے بیٹھنے کی جگہ ہے اور وہ تمہارے بیٹھنے کی۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ جانتے ہیں اگر ہم اس بحث میں پڑے رہے تو نہ جگہ رہے گی اور نہ کشتی۔ اس وقت ان کے سامنے ایک ہی بات ہوتی ہے اور وہ یہ کہ کشتی کو غرق ہونے سے بچایا جائے۔ خواہ کوئی کہیں بیٹھ جائے۔ پس ہمیشہ اختلاف کا موجب یہ ہوتا ہے کہ وہ چیز سامنے سے جاتی رہتی اور وہ مقصد بھول جاتا ہے جس کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ اگر ہم میں سے ہر ایک شخص اس بات کو مدنظر رکھے کہ خدا نے ہمیں اس لئے کھڑے کیا ہے کہ ہم ساری دنیا کو فتح کریں تو ہم میں کبھی کوئی لڑائی جھگڑا فساد اور اختلاف نہ ہو۔ کیونکہ بڑی چیز کے مقابلہ میں چھوٹی چیز کی پروا نہیں کی جاتی۔ کیا جان بچانے کے لئے انسان اپنا ہاتھ نہیں کٹوا دیتا یا ناک نہیں کٹوا دیتا یا کان نہیں کٹوا دیتا یا آنکھ نہیں نکلوا دیتا۔ کیوں؟ اس لئے کہ جان کسی عضو کے مقابلہ میں بڑی چیز ہے۔ اسی طرح دیکھو عورت کو اولاد سے کتنی محبت ہوتی ہے۔ لیکن وہ عورت جس کے رحم میں بیماری پیدا ہو جائے اور یہ ڈر ہو کہ اگر بچہ پیدا ہوا تو مرجائے گی وہ رحم ہی نکلوا دیتی ہے۔ اور اس طرح قطعی اور یقینی طور پر فیصلہ کر لیتی ہے کہ میں آئندہ اولاد سے محروم رہوں۔ پس بڑی چیز کو بچانے کے لئے چھوٹی چیز کا نقصان گوارا کیا جاتا ہے۔ اگر بڑا مقصد سامنے ہو اگر یہ بات مدنظر ہو کہ ساری دنیا کو فتح کرنا ہے۔ اگر یہ بات آنکھوں کے آگے ہو کہ حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم کو ساری دنیا میں پھیلانا ہے تو پھر کس طرح معمولی باتوں پر لڑائی جھگڑا' اختلافات اور انشقاق پیدا ہو سکتا ہے وہ لوگ جو جماعت میں فتنہ کا موجب بنتے اور آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں وہ وہی ہوتے ہیں جن کے سامنے سے یہ مقصد جاتا رہتا ہے۔ وہ دین کی خطرناک حالت نہیں دیکھتے۔ اور اپنے چھوٹے چھوٹے فوائد کو دیکھتے ہیں۔ وہ اسلام کو دنیا میں پھیلانے کی کوشش نہیں کرتے اور اپنے ذاتی اغراض کے حصول میں لگ جاتے ہیں۔

تو اس رؤیا میں تین باتیں بیان ہوئی ہیں۔ ایک یہ کہ ہمیں تبلیغ کی طرف خاص توجہ کرنی چاہئے۔ دوم یہ کہ تبلیغ میں ہم اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتے۔ جب تک تربیت نہ کریں۔ سوم اپنے مقصد کو سامنے سے ہٹا دینا موجب ہے' ان اختلافات کا جو بعض دوستوں میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ تین باتیں تو ہمارے متعلق ہیں۔ لیکن چوتھی بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ

الصلوٰۃ والسلام کی درد بھری دعائیں درجہ قبولیت کو پہنچ گئیں اور خدا تعالیٰ اپنے فضل سے ایسے سامان کرے گا کہ یہ سلسلہ وسیع ہوگا اور نئے سرے سے اسی طرح توسیع مکان کی ضرورت پیش آئے گی۔ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت پیش آئی تھی۔

مجھ پر اس رؤیا کا اتنا اثر ہوا کہ میں خواب میں ہی سوچتا ہوں کہ جب خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ کیا ہے کہ جماعت بڑھے گی۔ اور باوجود اس کے کہ جماعت میں غفلت اور سستی پائی جاتی ہے۔ کئی لوگ لڑائی جھگڑوں میں پڑے ہیں۔ فرماتا ہے کہ مکان وسیع کرو۔ تو اب رؤیا کو پورا کرنے کے لئے کس طرح مکان کو وسیع کیا جائے۔ خواب میں ہی میں خیال کر رہا ہوں۔ میں نے تو کبھی مکان نہیں بنوایا۔ اب کس طرح وسعت کراؤں گا۔

پس یہ وہی وعدہ ہے کہ جماعت بڑھے گی اور یہ پورا ہو کر رہے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو متواتر وسّع مکانک کا الہام ہوتا رہا اور نبیوں کے الہام بعض دفعہ دَوری ہوتے ہیں۔ یعنی ایک زمانہ آتا ہے۔ جب وہ پورے ہوتے ہیں۔ پھر درمیان میں وقفہ پڑ جاتا ہے۔ پھر ان کے پورے ہونے کا وقت آ جاتا ہے۔ گویا وہ ایک ہی دفعہ پورے ہو کر ختم نہیں ہو جاتے بلکہ بار بار پورے ہوتے رہتے ہیں۔ وجہ یہ کہ انسان کی زندگی تو اس کے سانس تک ہوتی ہے۔ لیکن نبیوں کی زندگی ان کے سانس تک نہیں ہوتی۔ بلکہ ان کی قوم کے سانس تک ہوتی ہے۔ اس لئے متواتر ان کے الہام پورے ہوتے رہتے ہیں۔

چونکہ یہ رؤیا ہماری جماعت کی اصلاح اور درستی سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لئے میں نے اس کا بیان کرنا ضروری سمجھا۔ امید ہے کہ دوست اس مقصد کو مدنظر رکھیں گے جو سلسلہ کے قیام میں خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے تجویز کیا ہے۔

میں کسی قسم کا احسان جتانے کے طور پر نہیں اپنی کسی بڑائی کے اظہار کے لئے نہیں۔ فخر کے طور پر نہیں۔ بلکہ امر واقعہ کے طور پر اور مجبوری سے کہتا ہوں کہ تم اپنے نفسوں میں غور کر کے دیکھو۔ آپ لوگوں کی دینی خدمات ذاتی طور پر مجھے کیا نفع دیتی ہیں۔ آخر اتنا تو سوچو کہ میں جو تمھیں خدمت دین کے لئے نصیحت کرتا اور اس کی طرف توجہ دلاتا ہوں تو اس میں میرا ذاتی کیا نفع ہے۔ جسمانی لحاظ سے جن آراموں کی آپ لوگوں کو ضرورت ہے۔ مجھے بھی ہے۔ جسمانی لحاظ سے جو چیزیں آپ لوگوں کو لذیذ اور تسکین دہ معلوم ہوتی ہیں۔ وہ مجھے بھی لذیذ اور تسکین دہ معلوم ہوتی ہیں۔ پھر کون سے ذاتی نفع کا خیال ہے جو مجھے مجبور کرتا ہے کہ میں آپ لوگوں کو اس امر کی طرف توجہ

دلاؤں۔ اگر اس میں میرا ذاتی نفع ہے تو جو کام میں کہتا ہوں اسے کرنے سے قبل سوچ لو کہ اسے کیوں نفع پہنچائیں لیکن اگر اس میں میرا کوئی ذاتی نفع نہیں اور اگر غور کرو تو معلوم ہو جائے گا کہ فی الواقع میرا کوئی ذاتی نفع نہیں۔ تو وہ بات میں آپ ہی کے فائدہ کے لئے آپ لوگوں سے کہتا ہوں۔ اور وہ کام جس کی طرف توجہ کرنا آپ کا اپنا فرض تھا اس کی طرف توجہ دلانا میرا فرض نہ تھا۔ سوائے اتنے فرض کے جتنا آپ لوگوں کا بھی ہے۔ یعنی بحیثیت خدا تعالیٰ کا بندہ ہونے کے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ آپ لوگ بار بار توجہ دلانے کے باوجود زندگی میں تغیر نہیں پیدا کرتے اور اشاعت سلسلہ اور قیام سلسلہ کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

مثل مشہور ہے۔ کہتے ہیں کوئی پہاڑی آدمی تھا۔ جو سخت گرمی کے دنوں میں دھوپ میں بیٹھا تھا۔ کسی شخص نے اسے کہا۔ دیکھو تمہارے قریب درخت ہے۔ اس کے سائے تلے بیٹھ جاؤ۔ آگے سے جواب میں اس نے کہا۔ میں سائے میں بیٹھنے کے لئے تیار تو ہوں مگر یہ بتاؤ دو گے کیا۔ لوگ اس لطیفہ کو بیان کرتے ہوئے ہنستے ہیں۔ اور حیران ہوتے ہیں کہ کیا واقعہ میں ایسے بیوقوف بھی دنیا میں ہو سکتے ہیں کہ جنھیں ان کے فائدہ کی بات بتائی جائے تو وہ کہیں اس کے کرنے پر کیا دو گے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ آپ لوگ اپنے نفسوں پر غور کر کے دیکھیں۔ کیا یہی حالت دوسرے رنگ میں آپ کے اندر نہیں پائی جاتی۔ کیا ایسی باتیں آپ لوگوں کی جسمانی' روحانی اور قومی ترقی کا موجب نہیں ہیں۔ جو آپ لوگوں کو بتائی جاتی ہیں۔ پھر کیوں ان کی طرف توجہ نہیں کی جاتی۔ کیا آپ لوگوں کی مثال اس پہاڑی آدمی کی سی نہیں۔ جو دھوپ میں بیٹھا جل بھن رہا تھا اور جسے کہا گیا کہ سائے میں بیٹھ جاؤ۔ تو اس نے کہا تھا۔ کیوں بیٹھوں' کیا ملے گا؟ اسے یہی ملنا تھا کہ اس کی تکلیف دور ہو جاتی۔ اسی طرح تم لوگوں کو یہ ملے گا کہ تمہارے قلوب کی اصلاح ہوگی۔ تم خدا تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بن جاؤ گے۔ پس اس میں کہنے والے کا تو کوئی ذاتی فائدہ نہیں۔ تمہارا ہی فائدہ ہے۔ تم اپنی حالتوں پر غور کرو۔ ہر قسم کے فتنہ و فساد کو چھوڑ کر اپنے نفوس کی اصلاح کے ساتھ ساتھ بنی نوع انسان کی اصلاح کی طرف بھی متوجہ ہو جاؤ۔ یہ بہت بڑا کام اور بہت بڑا مقصد ہے جو تمہارے سامنے ہے اور تمہاری مثال اس بچہ کی سی ہے۔ جو سرکنڈے کی شاخ اٹھا کر کہتا ہے۔ یہ نیزہ ہے اور فخر کے ساتھ کہتا ہے۔ میں اس سے دنیا کو فتح کر لوں گا۔ ہم بھی دنیا کی فتح کے لئے نکلے ہیں۔ مگر ہماری کمزوری اس بچہ کی کمزوری سے بھی زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔ ہماری تلواریں اس سرکنڈے سے بھی زیادہ کند ہیں۔ اور ہماری حالت اس بچہ سے بھی زیادہ غیر مامون ہے۔ اس لئے کہ بچہ اپنی حالت میں ایک ہے۔ اور ایک میں شقاق نہیں

ہو تا۔ مگر ہم باوجود کمزور ہونے کے کئی ہیں اور کئی میں اختلاف اور انشقاق پیدا ہو جاتا ہے۔ اور جب کسی جماعت میں اختلاف اور انشقاق پیدا ہو جائے تو اس میں ایک آدمی جتنی طاقت بھی نہیں رہتی۔ دیکھو رسول کریم ﷺ ایک تھے اور آپ نے ساری دنیا کو فتح کر لیا۔ مگر مسلمان آج کروڑوں ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان میں اختلاف ہے۔ تو ہمارا ضعف بہت بڑھا ہوا ہے۔ ان حالات میں ہمارا اپنے اصلی مقصد کو بھلا دینا اور اپنی توجہ کو مختلف باتوں میں بانٹ دینا اس قدر مہلک اور خطرناک ہے کہ اس سے زیادہ اور کوئی چیز خطرناک نہیں ہو سکتی۔ پس اے عزیزو! اور اے دوستو! اس فکر اس قربانی اور اس گداز کر دینے والی محبت کو یاد کرتے ہوئے جس کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہماری پرورش کی ہے اس کام کی طرف توجہ کرو جس کام کے لئے خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔ اور اپنے مقصد کو ایک منٹ کے لئے بھی مت بھلاؤ تاکہ خدا تعالیٰ کی نصرت تمہارے لئے اس رنگ میں ظاہر ہو کہ دنیا کے لوگ جو اپنے آپ کو بہت بڑا اور بہت طاقتور سمجھتے اور خیال کرتے ہیں کہ وہ اپنی طاقت اور قوت کے ذریعہ ہمیں تباہ کر دیں گے۔ دیکھتے کے دیکھتے رہ جائیں اور وہ دن آ جائے کہ اسلام کی سیاست ' اسلام کا تمدن ' اسلام کی صداقت دنیا میں قائم ہو جائے اور اکناف عالم میں وہ تعلیم جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پھیلانا چاہتے تھے پھیل جائے۔

میں سمجھتا ہوں مجھے اس سے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ خدا تعالیٰ اسلام کو کامیاب کرے گا۔ ہاں اگر فکر ہے تو یہ کہ کامیابی ہمارے ہاتھ سے ہوگی یا ہم سے بعد میں آنے والوں کے ہاتھ سے۔ ہمیں اطمینان اور خوشی اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ ہم بھی اس برکت میں حصہ دار ہوں۔ اگر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس لئے سوال کیا تھا کہ اطمینان قلب حاصل ہو تو ہم کون ہیں جو اس سے لاپرواہ ہوں۔ اگر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کہا تھا کہ میں خدا کی طاقتوں پر ایمان لاتا ہوں۔ مگر ان کا مشاہدہ کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ مجھے فائدہ پہنچے ؎۔ تو ہم کون ہیں جنہیں اس بات کی ضرورت نہ ہو۔ پس اس میں شک نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم دنیا میں پھیلے گی۔ حضرت مسیح موعود کو ماننے والے ساری دنیا میں پھیل جائیں گے۔ قرآن کریم کی تعلیم پھیل جائے گی۔ لیکن اگر ہمارے ذریعہ نہ پھیلی تو ہمیں کیا فائدہ۔ اسے خودغرضی نہیں کہا جا سکتا۔ خودغرضی اس وقت ہوتی ہے جب دوسروں کو اس فائدہ سے محروم کرنے کی کوشش کی جائے۔ مگر اس میں یہ بات نہیں ہے کیونکہ ہم جانتے ہیں دینی اور روحانی ترقیات غیر محدود ہیں۔ اگر ہم سے پہلے لوگوں کی دینی ترقیات نے ہمیں ان کے حاصل کرنے سے محروم نہیں کر دیا۔ تو جو لوگ

ہمارے بعد آئیں گے انہیں ہم محروم نہیں کر دیں گے۔ ان کے لئے بھی ترقیات کا میدان کھلا ہو گا۔ ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ اپنے حق کا مطالبہ ہے اور اس حق کا جو کسی کے لئے چھوڑا نہیں جا سکتا۔ باوجود اس کے کہ ہم آئندہ نسلوں کے خیر خواہ ہیں اور ان کے لئے دعا گو ہیں کہ خدا تعالیٰ انہیں بڑی بڑی ترقیات عطا کرے اپنا یہ حق نہیں چھوڑنا چاہتے کہ ہمارے ذریعہ دین کی خدمت ہو۔ کیونکہ اس حق کا چھوڑنا موت سے بدتر ہے اور اس کی خاطر جان دیدینا آسان ہے۔ پس ہمیں اس پر خوشی نہیں کہ اسلام ساری دنیا میں پھیل جائے گا۔ جب کہ بعض لوگ کہتے ہیں۔ جب اسلام کی ترقی کی پیشگوئیاں ہیں تو ہمیں کیا فکر ہے۔ بلکہ میں کہتا ہوں اگر ہمارے ہاتھوں اسلام کی اشاعت اور ترقی نہ ہوئی تو پھر ہمیں کیا۔ کیا وہ لوگ جو دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ اس بات پر خوش ہو جائیں گے کہ خدا نے لاکھوں کروڑوں انسانوں کو جنت میں داخل کر دیا اور ان پر اپنی نعمتیں نازل کی ہیں۔ اگر دوزخی کے لئے یہ خیال خوشی کا باعث نہیں ہو سکتا کہ دوسرے لوگ جنت میں داخل ہو گئے تو آپ لوگ کس طرح اس بات پر خوش ہو سکتے ہیں۔ کہ کسی اور قوم کے ذریعہ اسلام کو ترقی حاصل ہو جائے گی۔ جس چیز کی ہمیں ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ اسلام ہمارے ذریعہ بڑھے اور اس طرح بڑھے کہ آنے والے سمجھیں۔ ہم نے بھی اس کے لئے کچھ کوشش اور قربانی کی ہے۔ ورنہ یوں تو اسلام بڑھے گا اور بڑھ رہا ہے۔ اب غیر احمدیوں کے ذریعہ بھی غیر مذاہب کے لوگ مسلمان ہوتے رہتے ہیں۔ مگر یہ ترقی ایسی نہیں کہ بعد میں آنے والے لوگ اس کی وجہ سے دعائیں دیں۔ اور سمجھیں کہ پہلوں نے اسلام کی اشاعت کے لئے بڑی کوشش اور سعی کی ہے۔ اب تو اسلام طبعی طور پر بڑھ رہا ہے نہ کہ مسلمانوں کی کوششوں سے اور جس طرح کوئی ماں یہ احسان نہیں جتا سکتی کہ میں نے بچہ کی پیٹ میں ۹ ماہ پرورش کی۔ کیونکہ یہ طبعی بات تھے اور اس کے لئے ممکن ہی نہ تھا کہ پرورش نہ کرتی۔ اسی طرح اسلام کی موجودہ ترقی بھی کسی کی زیر بار احسان نہیں ہے۔ پس بعض ترقیاں طبعی ہوتی ہیں۔ ان کو قربانی نہیں کہہ سکتے ان سے بالا ترقیاں ہوتی ہیں جو خاص قربانی اور ایثار کا نتیجہ ہوتی ہیں اور جب تک ہم اس قسم کی قربانیاں نہ کریں آئندہ نسلوں کی دعاؤں کے مستحق نہیں ہو سکتے اور جب تک ہم اس طرح سلسلہ کی اشاعت نہ کریں یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔

پس دوستوں کو اس طرف خاص توجہ کرنی چاہئے۔ کہ موجودہ سال ہم اس مقصد کو اپنے سامنے رکھیں اور ممکن ہے ایک سال اسے سامنے رکھنے کی کوشش سے یہ ہمیشہ ہمیش کے لئے ہمارے سامنے رہے۔ اس کے بعد میں دعا کرتا ہوں کہ الٰہی ہماری کمزوری ہماری کم علمی پر نظر کرتے ہوئے آپ ہی

ہمیں اپنے فضلوں کا وارث بنا۔ اور جس مذہب کی اشاعت کا حکم آپ نے دیا ہے۔ اس کے لئے ہم میں طاقت نہیں۔ اسے تو ہی وسیع کر۔ ہم لولے لنگڑے ہیں۔ ہم رینگ کر بھی منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتے۔ تو خود ہی اٹھا کر ہمیں اس مقام پر پہنچا دے۔ آمین

(الفضل ۱۵ جنوری ۱۹۳۶ء)

۱۔ تذکرہ صہ ۵۳

۲۔ البقرہ ۲۶۱